⊙ فیصل ریحان

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ انٹر کالج، برشور، ضلع پشین

# بلوچستان میں اردو کا پہلا ناول

**Abstract:**

The evolution of Urdu literature in Balochistan is stretched over a period of more than a hundred and fifty years. However, no research based and critical effort has ever been made to ascertain the chronological order of development of various genres and their authors in Balochistan. This in turn has resulted in the growth of multiple narratives regarding the development of Urdu literature in Balochistan. This article, for the first time, critically discusses all existing narratives on the first Urdu novel in Balochistan. And hence, posits that "Dastan-i-Mujahid" by Naseem Hijazi is the first ever Urdu novel produced in Balochistan. Further, the article also discusses his earlier Urdu novels in the historical background of Urdu fiction in the province.

**Keywords:**

Balochistan Urdu Novel Naseem Hijazi Dastan Mujahid

بلوچستان میں اردو کی شعری روایت اگرچہ پونے دوسو سال کے عرصے پر مشتمل ہے تاہم یہاں اردو نثر بالخصوص تخلیقی اور ادبی نثر کا چلن دستیاب شواہد کے مطابق فقط ستر اسی سال سے ہے۔اس محدود عرصے کے باوجود یہاں لکھی گئی اردو اصناف کے اولین فن پاروں اوران کے مصنفین کا مستند احوال کہیں دستیاب نہیں۔مرکزی سطح پر لکھی گئی اردو کی مستند ادبی تاریخوں میں بلوچستان کے اہل قلم کا سرسری تذکرہ تک نہیں ملتا، جبکہ بلوچستان میں لکھی گئی تحقیقی کتب میں مختلف اصنافِ ادب کے آغاز وارتقا کے بارے میں خاطر خواہ معلومات نہیں ملتی ہیں۔البتہ ایسے موضوعات پر سرسری طور پر لکھی گئی بعض تحریروں سے کئی غلط باتیں رواج پا چکی ہیں۔اس مقالے میں بلوچستان میں پہلے اردو ناول کے حوالے سے اب تک پائی جانے والی غلط آراء کا محاکمہ کرتے ہوئے ٹھوس تحقیقی بنیادوں پر یہاں لکھے جانے والے اولین اردو ناول اوراس کے مصنف کا تعین کیا گیا ہے۔ بلوچستان میں اردو ناول کے آغاز وارتقاء کے بارے میں مختلف اورمتضاد دعوے کیے جاتے

رہے ہیں۔ بلوچستان کے مختلف اہل قلم نے اس حوالے سے اپنی آراء کا اظہار کیا ہے۔ کسی نے اپنی کتاب میں صرف ایک ناول کا نام لکھ دیا کہ یہ بلوچستان میں اردو کا پہلا ناول ہے تو کوئی کسی اخبار کے صفحات پر پہلے ناول کے نقوش تلاش کرتا پایا گیا۔ مرزا محمد ہادی رسوا (۱۸۵۸ء۔۱۹۳۱ء) جو برٹش دور میں بلوچستان میں محکمہ ریلوے میں کچھ عرصہ یہاں تعینات رہے۔ ان کے بارے میں بھی یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنا معروف ناول امراؤ جان ادا (۱۸۹۹ء) بلوچستان ہی میں لکھا تھا۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ یوں لگتا ہے جیسے اس حوالے سے زیادہ تر سنی سنائی باتوں پر ہی یقین کیا گیا۔ بلوچستان کے محققین نے اس پہلو پر سنجیدگی سے مزید تحقیق اور غور وخوض کی زحمت کی، نہ ہی اس بارے میں مستند معلومات بہم پہنچائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس حوالے سے خاص وعام میں غلط اور بے بنیاد باتیں پھیلتی رہیں اور پڑھے لکھے لوگ انہی پر اعتماد کرتے رہے۔ تحقیق سے عدم دلچسپی کے باعث اب تک یہاں لکھے جانے والے پہلے ناول کا تعین ہوسکا ہے نہ کوئی محقق پورے تیقن اور وثوق سے یہ بتا پایا کہ بلوچستان میں اردو کا پہلا مکمل ناول کون سا ہے، یہ کس کی تصنیف ہے اور کب شائع ہوا۔ لہٰذا یہ سوال ہنوز جواب طلب ہے۔ بلوچستان میں اردو کے اولین ناول کے بارے میں کسی حتمی نتیجے تک پہنچنے سے قبل اس حوالے سے پہلے سے موجود آراء کا تجزیاتی مطالعہ سودمند رہے گا۔

## کیا امراؤ جان ادا بلوچستان میں لکھا گیا؟

جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ مرزا رسوا کے معروف ناول امراؤ جان ادا کے بارے میں بلوچستان میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ یہ ناول مرزا نے اپنے قیام بلوچستان کے دنوں میں لکھا تھا۔ اگر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امراؤ جان ادا بلوچستان میں لکھا گیا تھا تو اسے بلوچستان میں اردو کا پہلا ناول تسلیم کرنا پڑے گا۔ لیکن ایسا کرنے سے قبل اس سارے قضیے کو بہ نظر تحقیق دیکھنا لازمی ہے۔ مرزا محمد ہادی رسوا امراؤ جان ادا سمیت اردو میں کئی ناولوں کے مصنف تھے۔ وہ محکمہ ریلوے میں ملازمت کی وجہ سے کچھ عرصہ بلوچستان میں مقیم رہے۔ اس بات کا تذکرہ سب سے پہلے انعام الحق کوثر نے کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''محمد ہادی رسوا اپنی بیوی کی وفات کے بعد لکھنؤ سے بددل ہوگئے۔ اسے خیر باد کہا اور رڑکی جا کر انجینئرنگ کالج میں داخل ہوگئے۔ رڑکی سے اوورسیئری کا امتحان پاس کر کے محکمہ ریل میں ملازمت اختیار کی اور بلوچستان پہنچ گئے۔ کہتے ہیں کوئٹہ لائن کا سروے مرزا صاحب نے کیا تھا۔''(۱)

انعام الحق کوثر نے کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ مرزا رسوا نے امراؤ جان ادا یا اپنا کوئی اور ناول بلوچستان میں قیام کے دوران لکھا۔ تاہم یہ بات مشہور ہوگئی کہ بلوچستان ہی اس کلاسیکی ناول کا مقام تخلیق ہے۔ بلوچستان کے پڑھے لکھے لوگ متواتر اپنی گفتگو اور تحریروں میں اس کا تذکرہ کرتے رہے۔ کوئٹہ سبی ریلوے لائن ۱۸۸۶ء میں بچھائی گئی تھی۔ ریلوے لائن بچھائے جانے کے دوران مرزا رسوا ضرور یہاں موجود تھے۔ اس بارے میں رضا علی عابدی لکھتے ہیں:

> ''جب یہ ریلوے لائن بچھائی جا رہی تھی۔ مرزا صاحب کی ملازمت کوئٹہ میں تھی وہ

رڑکی انجینئرنگ کالج سے سند لے کر آئے تھے۔ اور اس ریلوے لائن کے سروے میں شریک تھے۔'' (۲)

رضا علی عابدی نے بھی مرزا رسوا کے کوئٹہ آنے کا ذکر تو کیا مگر وہ بھی ان کے قیام کوئٹہ کے دوران کسی ناول کی تخلیق کے حوالے سے خاموش ہیں۔ کوئٹہ کے ادیب، شاعر، صحافی اور پی ایچ ڈی کی سند رکھنے والے محقق عرفان احمد بیگ اپنے ایک مضمون میں کوئٹہ سبی ریلوے لائن کی تعمیر کے ضمن میں لکھتے ہوئے یہاں امراؤ جان ادا کی تخلیق کے بارے میں دعویٰ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' کہتے ہیں کہ جن دنوں یہاں ریلوے لائن بچھائی جا رہی تھی۔ اردو ادب کے معروف ناول نگار مرزا ہادی رسوا ان دنوں یہاں سب انجینئر کی حیثیت سے متعین تھے۔ اور انہوں نے اپنے شاہکار ناول امراؤ جان ادا کی تخلیق بھی بولان کے ان ہی پہاڑوں کی درمیان کی تھی۔'' (۳)

عرفان احمد بیگ نے بغیر کسی ثبوت اور حوالے کے صرف 'کہتے ہیں' کی بناء پر امراؤ جان ادا کا مقام تخلیق بولان کے پہاڑوں یعنی بلوچستان کو قرار دے دیا۔ یہ بات اس ناول کے مصنف نے یا کسی اہم محقق نے کب اور کہاں کی یا لکھی اور اس کا کیا ثبوت ہے۔ ان بنیادی باتوں کے متعلق وہ کچھ نہیں بتاتے۔ سچ یہ ہے کہ عرفان احمد بیگ کا یہ دعویٰ سراسر من گھڑت اور بے بنیاد ہے، اس میں کچھ حقیقت نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزا رسوا بلوچستان میں ریلوے لائن بچھانے کے زمانے میں کچھ عرصہ یہاں قیام پذیر رہے ہیں۔ رسوا کی زندگی اور فن پر تحقیقی کام کرنے والے محققین نے ان کے بلوچستان آنے کی بات کی ہے۔ ظہیر فتح پوری کے مطابق مرزا رسوا ۸۶۔۱۸۸۵ء میں بلوچستان آئے تھے مگر وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ مرزا نے اپنا پہلا ناول افشائے راز ۱۸۹۶ء اور امراؤ جان ادا ۱۸۹۹ء میں لکھا تھا (۴) یعنی بلوچستان سے واپس جانے کے قریباً دس سال بعد ان کے یہ ناول سامنے آئے۔ لہٰذا اس بات میں کوئی صداقت نہیں ہے کہ مرزا رسوا نے امراؤ جان ادا یا اپنا کوئی دوسرا ناول بلوچستان میں قیام کے دوران لکھا تھا۔

## پہلا ناول؟

بلوچستان میں اردو کا پہلا ناول کون سا ہے اور یہ کس کی تخلیق ہے؟ یہ ایک بحث طلب سوال ہے۔ انعام الحق کوثر ایک اور ناول کے بارے میں نامکمل معلومات فراہم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' ۱۹۱۵ء اور ۱۹۲۰ء کے مابین لورالائی ہی میں ایک ناول بنام محبت کا دیوتا عرف برابر کی چوٹ جناب جگن ناتھ سیٹھی ایک ہندو تاجر نے شائع کرایا جسے لورالائی کے اکثر اہل ذوق حضرات نے پڑھا۔ افسوس کہ اب یہ ناول نایاب ہے۔'' (۵)

انعام الحق کوثر کے محولہ بالا اقتباس کی وجہ سے اس ناول کو عموماً بلوچستان میں اردو کا پہلا ناول تسلیم کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ ناول دستیاب ہے نہ ہی اردو ناول کے کسی تحقیقی یا تنقیدی جائزے میں اس کا ذکر ہی ملتا ہے۔ انعام الحق کوثر نے بھی یہ نہیں لکھا کہ خود انہوں نے یہ ناول پڑھا، یا کم از کم اسے دیکھا ہے۔ پھر انھوں نے اس ناول کو پڑھنے والے بقول ان

کے ’اہلِ ذوق حضرات‘ کے بارے میں بھی کچھ معلومات فراہم نہیں کیں کہ یہ کون لوگ تھے؟ انھوں نے اس ناول کو کب پڑھا تھا؟ اور کوثر کو اس بارے میں کب اور کہاں بتایا تھا؟ اور سب سے اہم یہ کہ اس ناول کا پلاٹ، کہانی یا موضوع کیا تھا؟ ظاہر ہے کہ جب تک ایسے بنیادی سوالوں کے جواب نہ دیے جائیں۔ کسی فن پارے بالخصوص ایک مکمل ناول کی موجودگی پر کیسے یقین کیا جا سکتا ہے۔ انعام الحق کوثر کے اقتباس کا تجزیہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے اس ناول کے مصنف یعنی جگن ناتھ سیٹھی کو ایک تاجر لکھا ہے۔ یہ واضح نہیں کہ آیا وہ اس ناول کا مصنف بھی ہے یا اس نے صرف اسے شائع کیا تھا اور یہ کسی دوسرے مصنف کی تحریر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ لورالائی میں اس زمانے میں چھاپہ خانہ نہیں تھا۔ یہ لامحالہ لاہور، کراچی یا ہندوستان کے کسی دوسرے شہر سے شائع ہوا ہوگا۔ اگر ایسا ہے تو اس ناول کا تذکرہ کہیں اور کیوں نہیں ملتا۔ تیسری اور اہم بات اس مجوزہ ناول کا عنوان ہے یعنی محبت کا دیوتا عرف برابر کی چوٹ اگر اس عنوان کو بہ نظرِ غور دیکھا جائے تو یہ کسی طور ایک ادبی ناول کا عنوان نہیں لگتا۔ البتہ یہ کسی سطحی رومانوی قصے کا نام ضرور لگتا ہے یعنی یہ ایک ایسی تحریر ہو سکتی ہے جسے شاید ہی ناول کے درجے پر فائز کیا جا سکتا ہو۔ تاہم اس بارے میں کوئی حتمی بات اس ناول کی دستیابی کے بعد ہی ممکن ہوگی۔ اس سلسلے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ خود انعام الحق کوثر نے بھی کہیں اس ناول کو پڑھنے حتیٰ کہ دیکھنے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ ان کے بقول ’’انھوں نے اس ناول کے بارے میں لورالائی کے لوگوں سے سنا تھا کہ اس نام سے لورالائی میں ایک ناول لکھا گیا تھا‘‘۔(۶) ظاہر ہے کہ تحقیق کے میدان میں بناء کسی ٹھوس ثبوت کے صرف سنی سنائی باتوں کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ انعام الحق کوثر کے بعد چند اور لوگوں نے بھی اس مسئلے کو موضوعِ بحث بنایا ہے مثلاً کچھ عرصہ قبل بلوچستان کے ایک اور محقق اور استاد ضیاء الرحمٰن نے اپنے ایک مضمون میں بلوچستان میں ابتدائی ناول کے اوراق کی بازیافت کا دعویٰ کیا۔ جس کا مصنف بقول ان کے مولانا ہوت بلوچستانی تھا۔ ان کے بقول اس ناول کا عنوان بلوچستان کا مجبور بدمعاش ہے۔ ضیاء الرحمٰن کے مطابق یہ ۹ر فروری ۱۹۳۶ کو ہفت روزہ بلوچستان کراچی میں شائع ہوا تھا(۷)۔ مگر حقیقت ہے کہ یہ اس ناول کا صرف ایک حصہ ہے جو زیادہ سے زیادہ دو صفحات پر مشتمل ہے۔ ضیا الرحمٰن اس ہفت روزہ کی دسمبر ۱۹۳۶ء تک کی مزید اشاعتوں کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ان میں اس ناول کی باقی اقساط نہیں ملتیں۔ گویا انہیں اس تحریر کے باقی ماندہ حصے تلاش کرنے میں ناکامی ہوئی۔ اس کے باوجود انھوں نے اپنے تجزیے میں اس بازیافت شدہ نامکمل تحریر کو ناول کا حصہ ہی قرار دیا ہے۔ حالانکہ ان کے دریافت کردہ متن کا مطالعہ بتاتا ہے کہ یہ کسی افسانے یا ڈرامے کا حصہ بھی ہو سکتا ہے۔ یاد رہے کہ اسے حصہ کہا گیا ہے مکمل افسانہ یا ڈرامہ نہیں۔ اس تحریر کو کسی ناول کا حصہ یا ناول اس وقت تک نہیں کہا جا سکتا جب تک ناول کی شکل میں پوری کہانی دستیاب نہ ہو۔ چاہے لکھنے یا شائع کرنے والے نے اسے ناول ہی کیوں نہ قرار دیا ہو۔ ایک اقتباس یا زیادہ سے زیادہ دو صفحات پر مشتمل تحریر کو بلوچستان کا پہلا ناول یا پہلے ناول کے ابتدائی اوراق قرار دینا قرینِ انصاف نہیں۔ یہ بات معیاری تحقیق کے اصولوں کے خلاف ہے۔ اس لیے محققین کو اس باب میں کسی نتیجے پر پہنچنے سے قبل اس تحریر کے باقی ماندہ حصوں کی بازیافت کو ممکن بنانا ہوگا۔ جب تک مکمل ناول کا متن مل نہیں جاتا، کسی نامکمل تحریر کو ناول تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اب تک کے مطالعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سوال ابھی اپنی جگہ موجود ہے کہ آخر بلوچستان میں اردو کا پہلا ناول کون سا ہے اور اس کا مصنف کون ہے۔

## نسیم حجازی بلوچستان میں:

نسیم حجازی بلوچستان میں تحریک پاکستان کے ایک اہم کردار میر جعفر خان جمالی کے اخبار تنظیم سے بطور مدیر وابستہ ہوکر ۱۹۴۲ء میں کوئٹہ آئے اور ۱۹۴۹ء تک وہ یہاں قیام پذیر رہے(۸) اپنے قیام کے دوران وہ نہ صرف تنظیم اخبار کی ادارت کرتے رہے بلکہ پاکستان میں بلوچستان کی شمولیت کے حوالے سے کافی سرگرم رہے۔ وہ اس دوران بلوچستان کے مختلف سرداروں سے بھی رابطے میں رہے تاکہ انھیں بلوچستان کی پاکستان میں شمولیت کے لیے آمادہ کریں۔ انھوں نے بلوچستان کے مختلف سرداروں کے مابین ہونے والے مذاکرات میں رابطہ پل کا کردار ادا کیا۔ ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے جہانگیر شاہ جوگیزئی لکھتے ہیں:

> ''خدا کی قسم نسیم حجازی اگر ان دنوں بلوچستان میں نہ ہوتا تو بلوچستان کا الحاق پاکستان کے ساتھ مشکوک نظر آتا تھا۔''(۹)

اس طرح پاکستان میں بلوچستان کی شمولیت میں ان کا بھی حصّہ ہے۔ نسیم حجازی کی زندگی کا یہ ایسا پہلو ہے جس سے بہت کم لوگ آگاہ ہیں۔ سیاست اور صحافت کے ساتھ ساتھ وہ قلمی حوالے سے بھی مصروف رہے۔ انھوں نے اپنے قیام کے دوران میں کئی تاریخی ناول لکھے اور پہلا ناول بھی یہیں لکھا، جو نہ صرف اردو میں بلکہ بلوچستان کی ادبی تاریخ میں لکھا گیا پہلا ناول ہے۔

## بلوچستان میں اردو کا پہلا ناول: داستانِ مجاھد

میری تحقیق کے مطابق بلوچستان میں لکھا جانے والا پہلا مکمل ناول داستانِ مجاہد ہے جو کہ نسیم حجازی کی تخلیق ہے۔ ان کا پہلا ناول داستان مجاہد کوئٹہ ہی میں لکھا گیا۔ اس ناول کا انتساب بھی میر جعفر خان جمالی کے نام ہے۔ نسیم حجازی کے اپنے قلم سے لکھے گئے پیش لفظ کے نیچے مقام اور تاریخ یوں درج ہے۔ کوئٹہ ۱۰ دسمبر ۱۹۴۳ء۔

جیسا کہ نسیم حجازی کی شہرت ایک تاریخی ناول نگار کی ہے ان کا پہلا ناول داستانِ مجاھد اس رجحان کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔ نسیم حجازی پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

> ''مسلمانوں کے ماضی کی داستان دنیا کی تمام قوموں کی تاریخ سے زیادہ روشن ہے۔ اگر ہمارے نوجوان غفلت اور جہالت کے پردے اٹھا کر اس روشن زمانے کی معمولی سی خنک بھی دیکھ سکیں تو مستقبل کے لیے انھیں ایک ایسی شاہراہ عمل نظر آئے گی جو کہکشاں سے زیادہ درخشاں ہے۔''(۱۰)

درج بالا اقتباس سے مصنف کا مطمح نظر صاف عیاں ہے کہ وہ اپنے ناول کے ذریعے زمانہ حال کے نوجوانوں کو مسلم نشاۃ الثانیہ کے لیے فکری اور عملی طور پر بیدار کرنا چاہتا ہے۔ اس ناول کا زمانہ ۷۰ھ سے ۱۲۳ھ کے اموی خلفاء کا ہے جب مسلمان صحرائے عرب سے نکل کر دنیا کے دیگر حصّے فتح کر رہے تھے۔ ناول میں خلیفہ ولید کے زمانہ کی مسلم فتوحات اس کے جانشین مسلمان کی پے در پے شکستیں اور پھر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے خلیفہ بننے کی روداد ملتی ہے۔ ناول کا ہیرو نعیم بصرہ کا رہنے والا جو فن سپاہ گری میں طاق ہے۔ اسے اپنے فن کی بدولت اس عہد کے تین اہم جنگجو سپہ سالاروں

محمد بن قاسم، قتیبہ بن مسلم جاہلی اور طارق بن زیاد کی قربت ملتی ہے، مگر اس کا بیشتر وقت قتیبہ بن مسلم کے ساتھ ترکمانستان اور سمرقند کے علاقے فتح کرتے گزرتا ہے۔ وہ اس کی فوج کا ایک اہم سالار رہتا ہے۔ نعیم کا والد بھی ایک مجاہد تھا جو اسلام کی راہ میں شہید ہوتا ہے۔ وہ اپنے بھائی عبداللہ کے ساتھ اسی راستے کا مسافر ہوتا ہے۔ نعیم کی جنگوں میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور وہ ایک اچھا مقرر بھی ہوتا ہے جو نوجوانوں کو جہاد کے لیے آسانی سے آمادہ کر لیتا ہے۔

ابنِ صادق اس ناول کا ولن ہے جو مسلم نوجوانوں کو جہاد پر جانے سے روکتا ہے۔ وہ نعیم اور دیگر سپہ سالاروں کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرتا ہے۔ خلیفہ سلیمان اسی کے کہنے پر محمد بن قاسم اور دیگر اہم سالاروں کو اہم فوجی خدمات کے باوجود خوفناک انجام سے دوچار کرتا ہے۔ خلیفہ سلیمان کے دنیا سے گزرنے پر نعیم اور دیگر سالاروں کی تکالیف ختم ہوتی ہیں اور ابن صادق اپنے انجام کو پہنچتا ہے۔ نعیم کی زندگی میں مختلف اوقات میں تین لڑکیاں آتی ہیں مگر وہ بالآخر نرگس سے شادی کرتا ہے۔ نعیم اپنے بھائی اور عبداللہ کے بیٹوں کو بھی جہاد پر روانہ کرتا ہے اور ایک سفر سے واپسی پر مختلف مصائب کا شکار ہوتے ہوئے گھر پہنچ کر انتقال کر جاتا ہے۔ ناول کے کردار خود بھی جہاد کرنے کے ساتھ گھر جا کر دوسروں کو بھی جہاد کے لیے اکساتے نظر آتے ہیں۔ یہ ناول تاریخ اسلام کے ایک اہم باب کو قصے کی شکل میں پیش کرتا ہے جو لوگ اس طرح کے ناولوں کو پسند کرتے ہیں نسیم حجازی کا یہ پہلا ناول ہی ایسے لوگوں کی دلچسپی کا وافر سامان رکھتا ہے۔ اس میں ان کی تحریر کا جوہر کھل کر سامنے آتا ہے جو اپنے دلچسپ انداز بیان کی بدولت عام پڑھنے والوں کو اپنا اسیر کر لیتا ہے اور یوں نسیم حجازی کا پہلا نقش ہی قارئین پر گہرا اثر ڈالنے میں کامیاب نظر آتا ہے۔ داستانِ مجاہد کے علاوہ بھی نسیم حجازی نے اپنے متعدد ناول بلوچستان میں لکھے جن کا حال تفصیل سے آگے دیا جاتا ہے۔

## محمد بن قاسم:

یہ نسیم حجازی کا دوسرا ناول ہے جو کوئٹہ میں لکھا گیا۔ اس کے پیش لفظ میں نسیم حجازی نے بتایا ہے کہ داستان مجاہد کی کامیابی کے بعد قارئین کے خطوط نے انھیں فاتح سندھ محمد بن قاسم کی شخصیت پر یہ ناول لکھنے پر اکسایا۔ مصنف نے پیش لفظ کے آخر میں میر جعفر خان جمالی بلوچستان کا معروف سیاست دان (انھی کے نام نسیم حجازی کے پہلے ناول داستان مجاہد کا انتساب ہے) کا اس ناول کے لکھتے ہوئے مختلف سہولیات مہیا کرنے کا اعتراف کیا ہے جس کی بنا پر وہ اسے مکمل کر سکے۔ ناول محمد بن قاسم کے دو حصے ہیں۔ ناول کا پہلا حصہ 'ناہید' کے عنوان سے ہے یہ اس لڑکی کی داستان پر مشتمل ہے جس نے حجاج بن یوسف کے نام وہ تاریخی خط لکھا تھا جس کی بدولت حجاج نے اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کو سندھ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اس حصے میں ناہید کے جزیرہ سراندیب (حاشیے میں اسے سری لنکا یا برما قرار دیا گیا ہے) سے دیبل تک پہنچنے کے واقعات قصے کی باریکیوں سمیت دلچسپ انداز میں بیان ہوئے ہیں۔

ناول کا دوسرا حصہ 'کمسن اور نوجوان سالار' کے عنوان سے ہے اور یہ سترہ سالہ محمد بن قاسم کے ابتدائی حالات سے سندھ فتح کرنے عوام میں مقبولیت حاصل کرنے اور پھر خلیفہ ولید کے انتقال کے بعد سلیمان کے خلیفہ بننے پر فاتح سندھ کے عبرت ناک انجام کے واقعات پر مشتمل ہے۔

ناول میں مسلمان نوجوانوں کے فنونِ حرب میں دلچسپی مہارت اور جذبہ جہاد کے ساتھ ساتھ ان کی اولوالعزمی کا

بیان ملتا ہے۔ مختلف نوجوان لڑکیوں کے کردار اگرچہ جنگی مہارت رکھتے ہیں مگر وہ اپنے حسن اور دلکش اداؤں سے نوجوانوں کے دل بھی فتح کرتی ہیں۔ ان کے ناولوں کے ہیرو اور دیگر مسلمان نوجوان بھی محض زاہد خشک نہیں وہ عام انسانی سطح پر گرم جوشی سے اپنے محبت بھرے جذبات کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔ سندھ کے کئی مقامی کردار بھی مسلمان کرداروں کے اخلاق سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرتے ہیں۔ تاہم اس معاشرے میں عورت کی حیثیت کیا تھی، اسے کس حد تک آزادی حاصل تھی یا وہ کتنی پابندیوں کا شکار تھی اس کا اظہار ذیل کے اقتباس میں ہوتا ہے جب ایک نسوانی کردار مایا گنگو سے مخاطب ہو کر کہتی ہے:

> ''میرا دنیا میں کوئی نہیں۔ بھائی نے مجھے اپنے مقصد پر قربان کرنا چاہا اور میں آپ کے قبضے میں آ گئی۔ اب آپ مجھے بیٹی کہہ کر اپنے مقصد کے لیے پھر اس کے پاس بھیجنا چاہتے ہیں۔۔۔ کاش! میری تقدیر میرے ہاتھ میں ہوتی۔ کاش مجھے اس دنیا میں اپنا راستہ تلاش کرنے کا حق ہوتا لیکن میری پسند ناپسند کے کوئی معنی نہیں۔ میرا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔'' (۱۱)

مایا کی گفتگو اس کا ذاتی المیہ ہی نہیں بلکہ یہ اس عہد کی عورت کی مجموعی حیثیت کو پیش کرتی ہے۔ ایسی تحریر کی تانیثی قرأت سے اہم نکات سامنے آتے ہیں اور اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ نسیم حجازی کے ناولوں اور ان کی تحریروں کو سنجیدہ مطالعے کا موضوع بنانا چاہیے۔

ناول محمد بن قاسم میں جا بجا بلوچستان کے علاقے مکران کا ذکر آتا ہے جہاں عرب حکمران ہوتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ علاقہ اس وقت فتح ہو چکا تھا۔ اس ناول میں محمد بن قاسم کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ سندھ پر حملے کے لیے شیراز کے راستے پہلے مکران آتا ہے اور پھر لسبیلہ کے علاقے کو فتح کرتے ہوئے سندھ کے دوسرے شہروں کا رُخ کرتا ہے (۱۲) یہ ایک نئی بات ہے ورنہ عام نظریہ تو یہ ہے کہ محمد بن قاسم دیبل پر سمندر کے راستے حملہ آور ہوا تھا۔ محمد بن قاسم اپنے موضوع کے علاوہ قصے کے بیان، کرداروں کی تشکیل، جاندار مکالمے اور دلچسپ انداز بیان کی وجہ سے قابل قرأت ناول ہے اور شاید اسی وجہ سے قارئین میں خاصا مقبول ہے۔

## شاہین (۱۹۴۸ء):

یہ تیسرا ناول ہے جو نسیم حجازی نے کوئٹہ میں قیام کے دوران لکھا۔ نسیم حجازی نے اس کے پیش لفظ میں اپنے نام کے ساتھ جو تاریخ لکھی ہے وہ ۱۵/نومبر ۱۹۴۸ء ہے مگر اس میں ایک خاطر خواہ حصّہ وہ اگست ۱۹۴۷ء تک لکھ چکے تھے۔ وہ اس بارے میں لکھتے ہیں:

> ''اس کا بیشتر حصّہ ۱۵۔ اگست ۱۹۴۷ء تک لکھا جا چکا تھا لیکن ۱۵ اگست کے بعد جو واقعات پیش آئے ان کے باعث میں اس کتاب کو اپنے پروگرام کے مطابق ختم نہ کر سکا۔''(۱۳)

دیکھا جائے تو یہ وہ وقت تھا جب ہندوستان کی آزادی کے بعد پاکستان معرض وجود میں آ چکا تھا۔ نسیم حجازی اس وقت بلوچستان کے دیگر مسلم لیگی زعما کے ساتھ بلوچستان کی پاکستان میں شمولیت کے حوالے سے سرگرم عمل تھے۔ ان بحرانی حالات کی وجہ سے وہ یہ ناول ۱۹۴۸ء میں جا کر مکمل کر سکے۔ نسیم حجازی کا ناول شاہین اندلس میں مسلمانوں کے

زوال کی کہانی ہے۔ اندلس میں مسلمانوں کے آٹھ سو سالہ اقتدار کے بعد کئی اہم علاقے مثلاً قرطبہ، اشبیلیہ، طلیطلہ اور دوسرے کئی علاقے مسلمانوں سے چھن چکے تھے۔ غرناطہ مغلوب مسلمانوں کا آخری حصار تھا۔ شاھین بالخصوص غرناطہ میں ہونے والی لڑائیوں کو موضوع بناتا ہے۔ اس میں یوں تو اس وقت کے کئی تاریخی کردار نظر آتے ہیں مگر اس کا ہیرو بدر بن مغیرہ ہے۔ وہ غرناطہ کے عیسائی حاکم فرڈی نینڈ سے جنگیں کرتا نظر آتا ہے۔ ناول میں اسے 'سرحدی عقاب' کا لقب دیا گیا ہے۔ شاید اسی لیے اس ناول کا عنوان شاھین رکھا گیا ہے۔ ان عنوانات اور ناول کے آغاز میں اقبال کے اشعار اور ان کے موضوعات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ نسیم حجازی ذہنی طور پر علامہ اقبال سے حد درجہ متاثر تھے۔ یہ ایسا موضوع ہے جس کا تاحال تحقیقی یا تنقیدی مطالعہ نہیں کیا گیا۔ ایسے مطالعے سے کئی دلچسپ حقائق سامنے آ سکتے ہیں۔

## آخری چٹان:

نسیم حجازی کا یہ ناول چنگیز خان کی مسلم دنیا پر حملوں کی داستان ہے اس کے تین حصّے ہیں۔ پہلے حصّے میں صلاح الدین ایوبی کے عہد میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ہونے والی لڑائیوں کا احوال ملتا ہے۔ یوسف نامی سپاہی صلاح الدین ایوبی کے ساتھ یروشلم پر حملے میں اہم کردار ادا کرتا ہے جس پر وہ اسے اپنی تلوار انعام میں دیتا ہے اور اس کی وفات پر اس کے بیٹے طاہر کی کفالت کا اعلان کرتا ہے۔ اسی حصّے میں طاہر بن یوسف کے ابتدائی حالات اور اس کے خلافت عباسیہ کے مرکز بغداد جا کر سیاسی و سماجی سطح پر اہمیت حاصل کرنے کے واقعات اور اس عہد کے بغداد کا حال بیان ہوا ہے۔ دوسرے حصّے میں طاہر خلیفہ بغداد کا ایلچی بن کر چنگیز خان کے پاس جاتا ہے اور اسے خوارزم پر حملوں سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے ورنہ بصورت دیگر وہ مسلمان ہونے کی وجہ سے علاؤالدین خوارزم شاہ کی حمایت میں اعلان جہاد کر دیں گے۔ درحقیقت ایسا نہیں ہوتا اور چنگیز خان خوارزم پر حملہ کر کے ان کے شہر قوقند پر قبضہ کر لیتا ہے۔ تیسرا حصّہ اس ناول کے اصل ہیرو یعنی علاؤالدین کے فرزند جلال دین خوارزم شاہ کی ان مزاحمتوں کے بیان پر مشتمل ہے جو اس نے چنگیز خان کے آگے مردانہ وار کہیں اور ایک عرصہ تک نہ صرف اس کی پیشرفت روکے رکھی بلکہ کئی لڑائیوں میں اسے شکست بھی دی۔ طاہر بن یوسف بھی جلال الدین کے ساتھ ان لڑائیوں میں حصّہ لیتا ہے اور ناموری پاتا ہے۔ جلال دین خوارزم شاہ کوشش کرتا ہے کہ اُسے ہندوستان کے مسلمان بادشاہ التمش اور خلیفہ بغداد کی اعانت مل جائے تو وہ ہمیشہ کے لیے تاتاری فتنے کو ختم کر دے گا مگر التمش اور خلیفہ بغداد اندرونی خلفشار اور نااہل وزیروں کے مشورے کے باعث اس کی اعانت نہیں کر پاتے جس سے مایوس ہو کر وہ ایک رات نامعلوم مقام کی طرف اکیلا چل پڑتا ہے اور پھر اس کا سراغ نہیں ملتا۔ آخر کار تاتاری فوج چنگیز خان کے پوتے ہلاکو خان کی زیر قیادت بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتی ہے اور شہر کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ نسیم حجازی نے جلال الدین خوارزم شاہ کو اس ناول میں آخری چٹان قرار دیا ہے۔ (۱۴)

نسیم حجازی نے کوئٹہ ہی میں قیام کے دنوں میں طنز و مزاح پر مبنی ایک کتاب سو سال بعد بھی لکھی تھی۔ ان کے ناولوں کی اولین اشاعتوں میں مصنف کے رقم کردہ جو مختصر دیباچے شامل ہیں، ان کے اختتام میں نہ صرف جائے تحریر کوئٹہ لکھا ہوا ملتا ہے بلکہ ان میں سے کچھ کتابیں جعفر خان جمالی اور دیگر بلوچ شخصیات کے نام معنون کی گئی ہیں۔ بعض دیباچوں میں چند بلوچ شخصیات کی طرف سے فراہم کردہ تعاون کا شکریہ ادا کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی ہے کہ

نسیم حجازی نے اپنے ابتدائی ناول کوئٹہ میں ہی لکھے تھے اور بلوچستان میں لکھا گیا پہلا ناول نسیم حجازی ہی کا ہے۔

نسیم حجازی کے ناولوں کے مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے، کہ ان میں اسلامی تاریخ کے بعض ممتاز کرداروں کے تناظر میں نوجوانوں میں جذبہ جہاد ابھارنے کی کوشش بہت واضح نظر آتی ہے۔ وہ اپنی تحریروں میں بین السطور مسلمان نوجوانوں کو جذبۂ جہاد پر اکساتے ہوئے کفار کے ملکوں پر حملہ آور ہونے کی ترغیب بھی دیتے ہیں۔ آج مسلم دنیا بالعموم اور ہمارا خطہ بالخصوص انتہا پسندی کا شکار ہے۔ طالبان اور دیگر انتہا پسند عناصر کے تصور جہاد کے باعث دنیا کو جن مشکلات کا سامنا ہے اس تمام صورتحال کے تناظر میں دیکھا جانا چاہیے کہ ایسی ذہنی فضا ہموار کرنے میں نسیم حجازی جیسے اہل قلم کا کتنا حصہ ہے۔ اس کے لئے نسیم حجازی کے ناولوں کی از سر نو تنقیدی قرات کی ضرورت ہے تا کہ آج کے حالات میں ان کی تصنیفات کی تعین قدر کی جا سکے۔ اس طرح کے مطالعے کی افادیت اس لئے بھی ہے کہ نسیم حجازی کو آج بھی شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ چنانچہ فطری طور پر یہ سوال اٹھتا ہے کہ آج کے قاری کو اسلامی تاریخ سے روشناس کرانے میں ان کی تحریریں کس حد تک مددگار ثابت ہوتی ہیں اور نوجوانوں میں دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے خلاف مراندانہ جذبات ابھارنے اور جہاد کے غلط تصورات کو کتنا فروغ دیتی ہیں۔ یعنی عہد حاضر میں نسیم حجازی کی کتابوں کی اشاعت کا جواز کیا ہے۔ زندہ معاشروں میں ایسے موضوعات اور کتابوں کو ناگزیر طور پر تحقیق کا موضوع بنایا جاتا ہے۔

جہاں تک بلوچستان کا تعلق ہے نسیم حجازی کو بلوچستان میں بھی کم کم پڑھا جاتا ہے۔ تاہم اس تاریخی حقیقت سے بلوچستان میں شاید ہی کوئی آگاہ ہو کہ انہوں نے اپنے ابتدائی ناول کوئٹہ میں رہتے ہوئے لکھے تھے۔ بلوچستان کے محقق انعام الحق کوثر نے تحریک پاکستان میں بلوچستان کے حوالے سے نسیم حجازی کے کردار پر لکھا ہے، مگر وہ بھی کوئٹہ میں ان کی ناول نگاری کے حوالے سے خاموش ہیں۔ بلوچستان کے دانشور بالعموم نسیم حجازی کے جہادی تصورات کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھتے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ شاہ محمد مری ان کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ ''بلوچستان کی زمین ایسی ہے کہ یہاں نسیم حجازی نہیں اگتے''(۱۵) جبکہ حقیقت اس دعوے کے بالکل برعکس ہے اور بلوچستان ہی نسیم حجازی کی قلمی جنم بھومی ہے۔ بلوچستان کی سرزمین' یہاں کے ماحول اور لوگوں نے نسیم حجازی کو ناول لکھنے میں خاص مدد اور معاونت فراہم کی۔ اس کا اعتراف نسیم حجازی نے اپنے مختلف ناولوں کے دیباچوں میں کیا ہے۔ یہ سوال اٹھتا ہے کہ نسیم حجازی نے اگرچہ تاریخی ناول نگاری اور اس طرح کے مقبول عام ادب میں شہرت پائی ہے؛ تاہم انھوں نے بلوچستان کے ادیبوں اور لکھنے والوں کو کس حد تک متاثر کیا ہے۔ کیا بلوچستان کے ادیبوں کی تحریروں پر نسیم حجازی کے اثرات مرتب ہوئے یا نہیں۔ اس سوال کا جواب نہایت سادہ ہے وہ یہ کہ بلوچستان کے ادیبوں پر اسلوب اور موضوعات، ہر دو حوالوں سے نسیم حجازی کے اثرات بالکل نظر نہیں آتے۔ یہاں کوئی ایک ایسا ناول نہیں لکھا گیا جو اسلامی تاریخ کے کسی کردار کو بطور ہیرو پیش کرتا ہو یا جس میں اسلوب اور مواد کی سطح پر نسیم حجازی کا عکس ملتا ہو۔ بلوچستان میں اردو افسانے اور ناول کی روایت کا ارتقا نسیم حجازی کے کوئٹہ میں قیام کے زمانے میں ہوا' مگر ان کے اثرات تو رہے ایک طرف حد تو یہ ہے کہ یہاں تاریخ کے کسی پہلو یا واقعے پر بھی سرے سے کوئی ناول نہیں لکھا گیا۔ بلوچستان میں زیادہ تر جو ناول لکھے گئے وہ عموماً محبت کے عمومی موضوع پر ہیں اور بیشتر ناول اس حوالے سے خانگی اور گھریلو مسائل کو پیش کرتے ہیں۔ یہ صورتحال قریب قریب پچاس برس تک رہی ہے۔ اکیسویں صدی

کے آغاز میں البتہ ہاشم ندیم کے بعض ناولوں میں نسیم حجازی کے اثرات مشرق ومغرب کی آویزش کی صورت میں ملتے ہیں۔ہاشم ندیم کے ناولوں میں نائن الیون کے بعد کی دنیا میں مشرق ومغرب کی آویزش اور مسلم، یہود وعیسائی دنیا میں ناول کی حد تک مسلمانوں کی برتری نظر آتی ہے۔اس لیے اگر ہاشم ندیم کو نسیم حجازی کا دوسرا جنم قرار دیا جائے یا انھیں بلوچستان کا نسیم حجازی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

یہاں ایک ضمنی سوال یہ اٹھتا ہے کہ قیامِ بلوچستان نے نسیم حجازی پر کیا اثرات مرتب کئے؟ وہ یہاں کے ماحول اور جغرافیے سے روشناس ہوئے تو کیا انہوں نے اپنے ناولوں میں کردار نگاری' زبان و بیان یا ماحول اور منظر نگاری کے حوالے سے بلوچستان کی عکاسی کی یا نہیں۔ جہاں تک کردار' زبان و بیان اور ماحول کا تعلق ہے چونکہ حجازی کا موضوع اسلامی تاریخ کی نامور شخصیات رہی ہیں، اور ان میں سے اکثر شخصیات کا تعلق سرزمین حجاز سے ہے، لہٰذا ان کے ہاں کرداروں کے ساتھ ساتھ زبان و بیان اور ماحول بھی ویسا ہی ملتا ہے۔البتہ منظر نگاری کرتے ہوئے حجازی کا قلم جب صحرا اور بیابان کی تفصیلات لکھتا ہے تو اس وقت بلوچستان کے صحرائی ماحول کی عکاسی ان کے ہاں ملتی ہے۔اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ بلوچستان بھی عرب خطے کی طرح صحرا و بیاباں کا منظر نامہ رکھتا ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ نسیم حجازی نے تاریخی شخصیات پر قلم اٹھاتے ہوئے اسلامی تاریخ سے استفادہ کیا ہے۔انہوں نے صحرائے عرب کے جغرافیائی خدوخال سے بھی ضرور آشنائی حاصل کی ہوگی' مگر واقعہ یہ ہے کہ کسی بھی ناول میں صحرائی ماحول کی تصویر کشی کرتے ہوئے بلوچستان کا منظر نامہ ان کے سامنے رہا۔ یوں وہ شعوری یا لاشعوری طور سے کئی جگہ بلوچستان کے صحرا و بیابان کی تصویر کشی کرتے نظر آتے ہیں۔ان کے ناولوں میں جہاں جہاں قدرتی منظر نامہ بیان ہوا ہے اس کے مطالعے سے قاری کو گمان ہوتا ہے جیسے وہ بلوچستان کی آب وہوا میں سانس لے رہا ہو۔اس بات کی تائید ہر وہ شخص کرے گا جسے بلوچستان کی صحرائی آب وہوا اور بے کراں ویرانوں میں رہنے یا چلنے پھرنے کا موقع ملا ہو۔ چاہے وہ صحرا کی عظیم وسعتیں ہوں یا خشک اور بلند پہاڑوں کے ویرانے اور یا پھر یہاں وہاں پھیلے ہوئے قدیم انداز کے قلعہ نما مکان' بلوچستان کا جغرافیائی منظر نامہ نسیم حجازی کے ناولوں میں کئی جگہ اپنی جھلک دکھاتا ہے مکران کے ناول محمد بن قاسم میں تو بلوچستان کے مختلف خطوں کا ذکر آتا ہے جن سے گزر کر قاسم کا لشکر دیبل پر حملہ آور ہوتا ہے۔اس تاریخی واقعے کو نسیم حجازی یوں بیان کرتے ہیں:

> ''محمد بن قاسم شیراز سے ہوتا ہوا مکران پہنچا۔مکران کی سرحد عبور کرنے کے بعد لسبیلہ کے پہاڑی علاقے میں اسے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔بھیم سنگھ بیس ہزار فوج کے ساتھ لس بیلہ کے سندھی گورنر کی اعانت کے لئے پہنچ چکا تھا اس نے ایک مضبوط پہاڑی قلعے کو اپنا مرکز بنا کر تمام راستوں پر اپنے تیر انداز بٹھا دیئے۔اپنے باپ کی مخالفت کے باوجود وہ راجہ کو اس بات کا یقین دلا چکا تھا کہ اس کے بیس ہزار سپاہی بارہ ہزار مسلمانوں کو لسبیلہ سے آگے نہیں بڑھنے دیں گے۔''(۱۶)

اسی جگہ آگے چل کر چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں اور ٹیلوں کا ذکر آتا ہے جو اس علاقے میں آج بھی پھیلے ہوئے ہیں۔اس طرح نسیم حجازی نے نہ صرف بلوچستان کے قدرتی ماحول اور جغرافیائی منظر نامے کو اپنی تحریروں کا حصہ بنایا بلکہ

اس تاریخی حقیقت کی نشاندہی بھی اپنے فکشن میں کی کہ محمد بن قاسم کا لشکر بلوچستان کی طرف سے خشکی کے راستے سندھ یا اس زمانے کے دیبل پر حملہ آور ہوا تھا نہ کہ سمندری راستے سے جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ انہی خطوط پر بعد میں کامل القادری نے اپنی تحقیق کی بنیاد رکھی اور اپنی کتاب قدیم بلوچستان میں تفصیل سے محمد بن قاسم کے بلوچستان کے راستے سندھ پر حملے کا تفصیلی حال قلمبند کیا(۱۷) اسلامی تاریخ سے مملو نسیم حجازی کے ناولوں نے ابتدا ہی سے قبول عام حاصل کر لیا۔ قارئین ان کی تحریروں سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے تیئں اسلامی تاریخ اور اس کے اہم کرداروں سے بھی آشنا ہوتے۔ نسیم حجازی کی ناول نگاری کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے مشتاق احمد نوری لکھتے ہیں:

> ''نسیم حجازی نے اپنے تاریخی ناولوں کا جو ذخیرہ چھوڑا ہے' اس میں سے آپ تاریخ تلاش کر سکتے ہیں۔ ان ناولوں کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ لوگ اپنی کاپیاں ایڈوانس دے کر بک کراتے تھے۔''(۱۸)

محولہ بالا اقتباس میں نسیم حجازی کے ناولوں میں تاریخ تلاش کرنے کی جو بات کی گئی ہے وہ محل نظر ہے کہ فکشن فقط فکشن ہوتا ہے۔ اس میں تاریخ کے حقائق کو بعینہٖ بیان کرنا بوجوہ ممکن نہیں ہوتا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ فکشن لکھتے ہوئے مصنف زیب داستان کے لئے بہت کچھ بڑھا بھی دیتا ہے۔ یہ بات نسیم حجازی کے ناولوں پر بھی صادق آتی ہے۔ نسیم حجازی کے ناولوں میں تاریخ کی کیا کارفرمائی ہے اور کتنا فکشن زیب داستان کے زمرے میں آتا ہے۔ اس کے لئے ان کے ناولوں کا تاریخی حقائق کی روشنی میں الگ سے تفصیلی مطالعہ درکار ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مقالہ اس تفصیلی مطالعے کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

# حوالہ جات


۱۔ انعام الحق کوثر، بلوچستان میں اردو (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۱۹۹۴ء) ص۱۴۲

۲۔ رضا علی عابدی، ریل کہانی (لاہور: سنگ میل،۱۹۹۷) ص۱۴

۳۔ عرفان احمد بیگ، بلوچستان ریلوے نیٹ ورک کی تعمیر و بحالی، مشمولہ: سنڈے میگزین، روزنامہ جنگ، (راولپنڈی:۱۳دسمبر۲۰۱۵) ص۱۱

۴۔ ظہیر فتح پوری، رسوا کی ناول نگاری (راولپنڈی: حروف،۱۹۷۰) ص۳۷۔۱۹۳۔۲۱۱۔۲۱۲

۵۔ بلوچستان میں اردو ص۵۱۱

۶۔ مقالہ نگار سے ڈاکٹر انعام الحق کوثر مرحوم کی وفات سے چند ماہ قبل ٹیلیفونک گفتگو (لاہور: بتاریخ ۱۰ اکتوبر۲۰۱۴ء)

۷۔ ضیاء الرحمٰن، بلوچستان میں اردو کے ابتدائی ناول کے چند اوراق، مشمولہ: قلم قبیلہ (کوئٹہ: قلم قبیلہ ادبی ٹرسٹ، ۲۰۰۶ء)، شمارہ نمبر ۱ ص۳۷

۸۔ نسیم حجازی، داستان مجاھد (لاہور: قومی کتب خانہ،۱۹۸۳ء) ص۶

۹، ۱۰۔ نسیم حجازی، محمد بن قاسم (لاہور: قومی کتب خانہ، سن ندارد) ص۱۳۰

۱۱۔ انعام الحق کوثر، جدو جہد آزادی میں بلوچستان کا کردار (لاہور: ادارہ تحقیقات پاکستان،۱۹۹۱ء) ص۳۶۸

۱۲۔ ایضاً ص۳۷۰

۱۳۔ نسیم حجازی، شاہین (گوجرانوالہ: پبلشنگ کلب، س۔ن) ص۳

۱۴۔ نسیم حجازی، آخری چٹان (لاہور: قومی کتب خانہ، س۔ن)

۱۵۔ شاہ محمد مری، بلوچستان اور سبطِ حسن، مشمولہ: سنگت (کوئٹہ: سنگت اکیڈمی آف سائنسز، دسمبر۲۰۱۶ء)، جلد نمبر۲۰، شمارہ نمبر ۱ ص۶

۱۶۔ محمد بن قاسم ص۲۶۳۔۲۶۴

۱۷۔ دیکھئے: قدیم بلوچستان از کامل القادری (کوئٹہ: بولان بک ڈپو،۱۹۷۱ء)

۱۸۔ مشتاق احمد نوری، اردو زبان کے فروغ میں پاپولر لٹریچر کا حصہ، مشمولہ: اردو میں پاپولر لٹریچر (دہلی: اردو اکادمی،۲۰۱۵ء)، مرتبین: ارتضیٰ کریم، اظہار عثمانی ص۱۲۲